تصوف وسلوک دوسری قسط

تصوف کی تعریف ،ماہیت واہمیت،خصائل اور ماٰخذ

سید باچا آغا صاحبزادہ
لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ

تصوف کے معانی وخصائل:

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: تصوف دس معانی پر مشتمل نام ہے۔

پہلا یہ کہ دنیا کی ہرشی میں کثرت کی بجائے قلت پر اکتفا کرے۔ دوسرا یہ کہ اسباب پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر قلب کا اعتماد رکھے۔ تیسرا یہ کہ نفلی طاعات کے ساتھ فرض پورا کرنے میں رغبت رکھے۔ چوتھا یہ کہ دنیا چھوٹ جانے پر صبر کرے اور دستِ سوال زبان شکوہ دراز نہ کرے۔ پانچواں یہ کہ قدرت کے باوجود کسی شئے کے حصول کے وقت (حلال وحرام وغیرہ کی) تمیز رکھے۔ چھٹا یہ کہ تمام مشغولیات کے مقابلے میں اللہ کے ساتھ شغل رکھنے کو ترجیح دے۔ ساتواں یہ کہ تمام اذکار کے مقابلے میں ذکر خفی کو فوقیت دے۔ آٹھواں یہ کہ وساوس آنے کے باوجود اخلاص کو ثابت اور پختہ رکھے۔ نواں یہ کہ شک کی وجہ سے یقین کو متزلزل نہ ہونے دے۔ دسواں یہ کہ اضطراب اور وحشت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس اور سکون حاصل کرے پس جو شخص ان صفات کا حامل ہو وہ اس نام کا یعنی صوفی کہلانے کا مستحق ہے ورنہ کاذب ہے۔(18) اسی طرح حضرت جنید بغدادؒ فرماتے ہیں کہ:

التصوف مبنی علی ثمان خصالِ، السخاء والرضا والصبر والا شارة والغربة رلبس الصوف والسیا حة والفقر.

تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے، سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، صوف کے کپڑے پہننا، سیاحت اور فقر۔ یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کی اقتداء میں ہیں:

سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ آپ نے فرزند کو فدا کیا۔ رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہ بوقت قربانی اپنی رضا دی اور اپنی جان عزیز پیش کیا۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ بے پایاں بلاؤں پر صبر کیا اور خدا کی فرستادہ آزمائشوں پر ثابت رہے۔ اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: **ان لا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزاً** . (آپ تین دن تک لوگوں سے کلام نہ فرمائیں گے) اور اسی سلسلہ میں ارشاد باری ہے: **اذنا دیٰ ربہ نداء خفیا** . (جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا) غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن سے مسافروں کی طرح رہے کہ اپنے خاندان میں رہتے ہوئے اپنوں سے بیگانہ رہے۔ سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنی سیاحت میں یک وتنہا مجردوں کی مانند رہے کہ بجز ایک پیالہ اور کنگھی کے نہ رکھا۔ جب انہوں نے کسی کو دیکھا کہ اپنے

دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیتا ہے تو پیالہ بھی کسی کو دیدیا، جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں خلال کر رہا ہے تو کنگھی بھی صدقہ کردی۔صوف کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ انہوں نے روئے زمین تمام خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ کو مرحمت فرمائیں اور فرمایا کہ خود کو مشقت میں نہ ڈالیں، آپ ﷺ ان خزانوں کو استعمال فرما کر آزمائش اختیار فرمائیں، تو بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ نے عرض کیا اے خدا، مجھے اس کی حاجت نہیں، میری خواہش تو یہی ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔ یہ اصول ہیں جو افعال و کردار میں عمدہ نیکی ہیں۔(19)

تصوف کے ماخذ:

بعض کج اندیش اور سہل انگار لوگ علم و عمل سے بالکل عاری ہوتے ہیں، اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تصوف اسلام سے جداگانہ چیز ہے، جسے قرآنی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ تصوف کلیۃً اسلام ہے، اسلام کی روح ہے، اسلام کا محسن و جمال ہے، اسلام کا کمال ہے، تصوف کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ کتاب و سنت پر انتہائی کوشش سے عمل کیا جائے۔طاعات و عبادات کو مقصود حیات سمجھا جائے۔قلب کو ماسوی اللہ کی محبت اور تعلق سے الگ رکھا جائے، نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے اور معاملات کی صفائی اور تزکیہ نفس و باطن میں سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔قرآن کریم کی روشنی میں تصوف " الا الله الدين الخالص " (یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص عبادت ہے۔) کی تفسیر ہے، تصوف "الیٰ ربک کدحا فملقیه " (خوب محنت کرو کہ تو اپنے پالنے والے کو ملنے والا ہے) کی تصدیق ہے، تصوف "وتبتل اليه تبتيلا " (ہر طرف سے منقطع ہو کہ اس کی یعنی اللہ کی طرف ہو جانا) کی تعمیل ہے، صوفی "قد افلح من زكها "، تحقیق اس شخص نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا) سے حوصلہ افزائی پاتا ہے۔صوفی 'واما من خاف مقام رب ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هى الماوىٰ " (اور جو شخص اس بات سے ڈرا کہ اس نے ایک دن اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا ہے اور اس خوف کی وجہ سے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا پس تحقیق اس کے رہنے کی جگہ جنت ہوگی) سے متاثر ہو کر خواہشات نفسانی کی گردن پر مجاہدہ کی چھری پھیرتا ہے۔صوفی "ان صلوتى ونسكى ومحيارى ومماتى لله رب العالمين " (یقیناً میری نماز، میری قربانیاں میرا مرنا، میرا جینا، اللہ پروردگار علام کے لئے ہے) کے آب حیات میں غوطہ لگاتا ہے اور صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔تصوف کا سب سے بڑا ماخذ اور منبع قرآن مجید ہے۔اس کتاب ہدیٰ میں سینکڑوں ایسی آیات موجود ہیں جس میں تزکیہ نفس کی تلقین کی گئی ہے۔اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ "اے محبوب! بنی نوع انسان کو قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں، ان کے دامن کو خلوص کی دولت سے بھر دیں اور ان کو ایسی حکمت و دانش سکھا دیں جو آپ ﷺ کو دربار خداوندی سے عطا ہوئی ہے، تاکہ انسانیت فلاح دارین سے فیض یاب ہو، کیونکہ اے محبوب ﷺ اور آپ کے درود مسعود کا مقصد و مدعا ہی یہ ہے۔ارشاد ربانی ہے:"هو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آيا ته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب و الحكمة "(20)

''یعنی وہی ہے جس نے ان میں سے ایک رسول بھیجا جوان کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔ حضورﷺ کا پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات طیبات کو اپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں تاکہ وہ دلوں میں اترتی چلی جائیں، صرف ان آیات کی تلاوت پر بس نہ کریں۔ بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دیں، اس کے حکمتوں اور اوراس کے اسرار سے آگاہ بھی کریں بلکہ اپنی نگاہ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک ومطہر کردیں۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ'' یتلوا علیھم '' سے اس استفادے کی طرف اشارہ کیا گیا جو زبان قال سے صحابہ کرامؓ کو نصیب ہوا، اور یزکیھم سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرمادیا جو نبوت کی نگاہ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا تھا۔(21)

اولیائے کرامؒ اپنے مریدین اور اہل تصوف اپنے شیدائیوں پر اسی سنت نبویﷺ کے مطابق انوار کا القاء کرتے ہیں اور شریعت سے آگے بڑھ کر معرفت کی طرف رہنمائی کرتے اور طریقت کی اطمینان بخش وادی کی سیر کرادیتے ہیں اور ان کے دل نفوس پاک وطاہر ہوکر فلاح دارین حاصل کرلیتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ فیضان نگاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرشدہ کامل کی توجہ اور تعلق خاطر کی برکت کا، میں انکارنہیں کرتا بلکہ بفضلہ تعالیٰ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔

اہل تصوف بھی آفتاب رسالت کی اسی الہامی کتاب ہدی کے احکام پر عمل پیدا ہوکر اور رسالت کی شمع سے مستفید ہوکر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور اپنے مریدوں کا تزکیہ قلب کرتے ہیں۔(22)

قرآن مجید کی اکثر آیات صفائی دل، مصدق مقال اور اکل حلال کی تلقین کرتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:'' یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ''. (23) یعنی اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔ مولانا رومی اسی سلسلے میں گویا ہوئے ہیں کہ:

علم وحکمت زاید از نان حلال عشق ورقت آید از نان حلال

تقویٰ اور پرہیزگاری دین کے بنیاد ہے جبکہ تصوف کا مقصود اور مطلوب تقویٰ ہے۔ اس بارے میں قرآن مجید نے بار بار متقین کی تعریف کی ہے اور متقی بننے کے طور طریقے بھی بتائے ہیں۔ مثال کے طور پر ارشاد خداوندی ہے کہ'' یاایھا الذین امنو اکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون '' اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کیئے گئے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔(خیر الزاد التقویٰ)(25) بہترین توشۂ آخرت تقویٰ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:'' ان للمتقین مفازا '' (26) بے شک متقین کے لئے بڑی کامیابی ہے۔ صوفیہ ذکر الٰہی، بالفاظ دیگر محبوب کے ذکر کو اولیت دیتے ہیں، عشق ومحبت کی دنیا میں حبیب محبوب کو کسی وقت بھی فراموش نہیں ہوتا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ '' والذین آمنو اشد حبا للّٰہ'' (27) اور ایمان والے اللہ کی محبت میں سخت ہوتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک وہ نیکی قبولیت کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے۔ جس میں خلوص ہو، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون '' (28) تم ہرگز نیکی

کو نہ پاسکتے ہو جب تک اس چیز سے خرچ نہ کرو جو تمہیں بہت پسند ہیں۔

شیخ ابوالنصر سراجؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن مجید میں ایسے الفاظ اور عبارات کثرت سے آتے ہیں جن سے مراد اہل تصوف ہیں۔ مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین، مؤمنین، مخلصین، محسنین، خائفین، عابدین، ذاکرین، صابرین، راسخین، متوکلین، مقتدین، سارعین الی الخیرات اور متقین. (29)

تصوف کا دوسرا ماخذ حدیث وسنت خیرالانام ﷺ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "الذکر خیر من صدقة" ذکر صدقہ سے بہتر ہے۔

دوسری جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "خیر الذکر الخفی" بہترین ذکر، ذکر خفی ہے، چونکہ حضور ﷺ محبوب رب العالمین ہیں، تو آپ کی متابعت کرنے والے، آپ ﷺ کی متابعت کے واسطے سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں، کیونکہ محب جس میں بھی اپنے محبوب کی شمائل وعادات واخلاق پاتا ہے اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ اسی ضمن میں حدیث مبارکہ ہے جس کا مضمون واضح طور پر محبت رسول ﷺ کو مدعائے کائنات بتاتا ہے: "لا یؤمن أحد کم حتی أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین". (30)

تم میں سے کوئی (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے، اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

الغرض قرآن کریم کی متعدد آیات میں طلب مغفرت، صبر و رضا، مجاہدہ، توکل، عبادت، دنیا کی بے ثباتی، اسرار ومعارف، تجسس کائنات اور اس کی ابتداء وانتہاء کا علم، تخلیق اور اس کے مقاصد کی تفہیم اور رجوع الی اللہ کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ قرآن مجید کو عملی طور پر پیش کرنے اور اس تفسیر وحقیقت کو سمجھانے کے لئے اسوۂ کامل رسول ﷺ پر انحصار کرنا پڑا، اور احادیث وسنت کی اصلیت وحقیقت کو ازبر کرنے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز علم وعمل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوا۔ یہ تینوں انداز تصوف وتزکیہ کے ماخذ ٹھہرے اور حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص کلام الٰہی کا حافظ اور احادیث رسولؐ کا عالم نہیں، اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں، اس لئے کہ ہمارے اس سارے علم سلوک کا ماخذ قرآن وحدیث ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں علم حدیث واصول فقہ وغیرہ جدا جدا متمیز نہ تھے، بلکہ زمانے میں قرآن وحدیث سے استنباط کرکے بہت سے علوم نکالے گئے اور ہر ایک کا جداگانہ نام تجویز ہوا، اور ان کے اضعین (بنانے والوں) کو سب نے امام شافعیؒ جیسے حضرات کو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تفقہ فی الدین (دین کی سمجھ) کو دیکھ کر "الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفه" (لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں) کہنا پڑا۔ امام بخاریؒ حدیث میں ایسے امام گئے کہ آج تک ان کے تبحر فی الحدیث (حدیث میں کامل ہونے) کا شہرہ ہے۔ اسی طرح تزکیہ باطن کی تعلیم دینے والے ایسے بزرگان دین گزرے ہیں کہ ان کو سب نے پیشوا مانا ہے۔ جیسے پیران حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور ان سے بیشتر حضرت جنید بغدادیؒ وغیرہ۔ اور جس طرح پچھلوں کو اگلوں کی تقلید

وپیروی سے چارہ نہیں، علم تصوف میں بھی بدون اتباع طریقۂ بزرگان چارہ نہیں۔ گوادنی درجہ کا تزکیہ جوموجب نجات ہے بدون اتباع مشائخ طریق بھی میسر ہوسکتا ہے۔ مگر وہ امر کہ مطلوب ہے اور کمال کہلاتا ہے اس کا حصول بدون صحبت کاملین کے ممکن نہیں۔ (31)

حضرات صوفیائے کرام میں جو بیعت معمول ہے جس کا حاصل التزام احکام (یعنی اعمال ظاہری و باطنی پر استقامت) اور اہتمام کا معاہدہ ہے جس کو صوفیاء کے عرف میں ''بیعت طریقت'' کہتے ہیں۔ بعض اہل ظاہر اس کو اس بناء پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے منقول نہیں، صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا مگر ذیل کے حدیث میں اس بات کا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ مخاطبین چونکہ صحابہؓ ہیں اس لئے یہ بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور مضمون بیعت سے بھی ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں، لہٰذا حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: **عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تسعۃ او ثمانیۃ او سبعۃً فقال : الا تبا ئعون رسو ل اللہ ﷺ فبسطنا ایدینا وقلنا علیٰ ما نبا یعک یا رسول اللہ ، قال علی ان تعبد واللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وتصلوا الصلوٰۃ الخمس وتسمعوا وتطیعوا.** (32)

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے، ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ ﷺ کی بیعت کریں یارسول ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو۔

مذکورہ بالا حدیث سے بدلالت الفاظ معلوم ہے کہ اہتمام والتزام اعمال کے لئے ہیں۔ لہٰذا بیعت کی سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ بیعت کی اصل حقیقت خود لفظ بیعت وارادت اور مرید کی اصطلاح بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہوجاتی ہے۔ ارادہ محض آرزو اور تمنا کا نام نہیں بلکہ مراد کو پورا کرنے کے لئے ضروری اسباب ووسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزل مقصود کی طرف چل پڑنا ہے، اور مرید بھی اصطلاحاً وہ ہے جو اپنی دینی خصوصاً باطنی وقلبی اصلاح ودرستی کو مراد ومنزل بنا کر اس کے ضروری وسائل اختیار کرتا اور اس کی طرف چل پڑتا ہے۔ اور بیعت کے معنی ہیں اس منزل مقصود کے لئے کسی زیادہ واقف کار کو رہبر ورہنما بنالینا اور اس کے پیچھے یا ساتھ چلنا تاکہ وہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو، بلکہ راستہ سہولت وراحت سے قطع ہو۔ بالفاظ دیگر اپنے سے زیادہ واقف وماہر مصلح کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سونپ دے جیسے مریض اپنے کو کسی حاذق طبیب کے حوالے کردیتا اور دوا و پرہیز میں کاملا اس کی تجویز وہدایت پر عمل کرتا ہے۔ (33)

عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا، تو جب اس راہ طریقت میں آنے کی توفیق ہو، تو استاد طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہیئے جس کے فیض تعلیم وبرکت ومحبت سے مقصود حقیقی تک پہنچے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ:

؎ یار باید راہ راتنہا مرو بی قلاوز اندرین، صحرا مشو

یعنی باطنی راستہ کے لئے کوئی رفیق ساتھ لے لو، تنہا اس راستہ کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو، کیونکہ تم تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: عن ابی ہریرہ ؓ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل"۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی دوست کے طریق پر ہوتا ہے، سو ذرا دیکھ لیا کرے کہ کس کے ساتھ دوستی کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ پیر سے اعلیٰ درجہ کی محبت ہوتی ہے اور جب معمولی دوستی دین کے اندر مؤثر ہے، تو اتنی بڑی دوستی اس تاثیر سے کیسے خالی رہے گی۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ پیر کے عقائد، اعمال واخلاق کا اثر مرید میں سرایت کرتا ہے، اگر زیادہ نہیں تو کم از کم استحسان ہی کے درجہ میں ضرور اثر کرتا ہے یعنی مریدان امور کو مستحسن سمجھتا ہے، پس اگر پیر کی حالت خراب ہوئی تو مرید کا خراب ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے تلاش پیر میں بڑی احتیاط چاہیے۔ چونکہ بغیر علامات کے تلاش ممکن نہیں اس لئے شیخ کامل کی حقیقت اور اس کے شرائط وعلامات جاننا بھی لازمی ہے۔ ہذا مولانا رومی فرماتے ہیں کہ:

؎ کار مردان روشنی وگرمی است کار دوناں حیلہ وبے شرمی است

روشنی سے مراد نور ایمان وعرفان اور گرمی سے مراد گرمئ عشق ہے، اس میں شیخ کامل کی پہچان کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی صفات معرفت اور عشق الٰہی ہے اور جو کمینے اور جھوٹے ہیں ان کی عادت حیلہ یعنی مکر وفریب اور بے حیائی ہے، لہٰذا شیخ کامل کے علامات یہ ہیں کہ علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو، خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے، تاکہ فساد عقائد واعمال سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے، ورنہ بمصداق۔

ع درخوایشتن گم است کرا رہبری کند

عقائد، خلاق واعمال میں شرع کا پابند ہو، تارک دنیا، راغب آخرت ہو، ظاہر وباطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو، کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبۂ دنیا ہے۔ بزرگوں کی محبت اٹھائی ہو، ان سے فیوض وبرکات حاصل کئے ہوں، تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بری بات سنے یا دیکھیں تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

جو لوگ اس سے بیعت ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع وقلت حرص دنیا کے اچھی ہو۔ اس زمانہ کے منصرف علماء ومشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہو۔ بنسبت عوام کے، خواص یعنی فہم رکھنے والے دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ خود بھی ذاکر وشاغل ہو، کیونکہ بدوں عمل یا عزم عمل، تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔ مصلح ہو، نرا صالح ہونا کافی نہیں، شیخ ہونے کے لئے دونوں کے جمع کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو (یعنی فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے تاکہ جو مرض باطنی بیان کرو، اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے،

جو علاج تجویز کرے اس سے دم بدم نفع ہوتا چلا جائے اور اس کی اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جائے۔

جس شخص میں یہ علامات ہوں، پھر نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت صادر ہوتی ہے یا نہیں، یا یہ شخص صاحب تصرفات ہے یا نہیں، یا اس کو کشف ہوتا ہے یا نہیں، یا یہ جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے یا نہیں، کیونکہ یہ بھی لوازم بزرگی سے نہیں، اصل میں یہ ایک نفسانی تصوف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے، غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کرسکتا ہے اور اس سے چنداں نفع بھی نہیں کیونکہ اس کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا۔ صرف مرید غبی کے لئے جو ذکر سے اصلاً متاثر نہ ہوتا ہو چند روز تک شیخ کے اس عمل سے اس میں ایک گونہ تاثیر وانفعال قبول آثار ذکر کا پیدا ہو جاتا ہے یہ نہیں خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جائے۔ (34)

یہ امر تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ فیوض باطنی کے لئے پیر و مرید کی باہمی مناسبت فطری شرط ہے کیونکہ نفع عادتاً الفت پر موقوف ہے، اور مناسبت شیخ کے معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو ایسی موانست ہو جائے کہ شیخ کے کسی قول وفعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر پیدا نہ ہو، گو عقلی ہو یعنی شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند کرنا چاہیئے، اس کی سخت ضرورت ہے، جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات و مکاشفات سب بے کار ہیں کوئی نفع نہ ہوگا۔ اگر طبعی مناسبت نہ ہو تو عقلی مناسبت پیدا کر لی جائے۔ اسی پر نفع موقوف ہے۔ اس لئے جب تک پوری مناسبت نہ ہو بیعت نہ کرنی چاہئے جب پوری طرح راہ پر پڑ جائے خوب محبت اور مناسبت ہو جائے اس وقت پیر سے بیعت زیادہ نافع ہے۔ اسی طرح بیعت کی اصلی بڑی ضرورت رفاقت یا شیخ کی محبت وتعلق ہے تاکہ راستے کے خطرات یا اس کی ٹھوکروں سے حفاظت ہو۔ محبت شیخ میں طالب (مرید) دیدہ طور پر اپنے اندر اخلاق کو لے لیتا ہے۔ صحبت نیکان کے متعلق شیخ سعدیؒ کا یہ قطعہ بہت عجیب اور مناسب ہے، فرماتے ہیں کہ:

گلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال همنشین در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم (35)

یعنی ایک دن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی مجھ کو ملی، میں نے اس سے کہا تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دلاویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز اور معمولی مٹی تھی مگر ایک مدت پھول کے ساتھ میری صحبت رہی، میرے ہم صحبت کی خوبی نے مجھ میں اثر کیا، ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جیسی کہ پہلے تھی۔

اسی طرح صحبت شیخ میں خاصیت ہے کہ شیخ کے اندر جو چیز ہے اور بعینہ آپ کے اندر بھی آئے گی۔ اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی اور مفتاح طریق ہے۔ اخلاق و عادات میں اس کا اتباع کریگا تو اذکار و عبادات میں نشاط اور ہمت کو قوت ہوگی۔ جو حال غریب (یعنی عجیب پیش آئے گا اس باب سے تشفی ہو جائے گی۔ عمل کا شوق بڑھتا ہے۔ اپنی استعداد معلوم

ہو جاتی ہے۔اہل محبت کی ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد شفا ہو جاتی ہے۔اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں جب کان پڑیں گی تو کیوں اثر نہ ہوگا۔ایک بار نہ صحیح ،دوسری بار نہ صحیح ،تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی۔اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم ان کے پاس رہو گے تو تعلق بڑھاؤ گے تو اس سے دو طرح اصلاح ہوگی ایک تو یہ کہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرمائیں گے،اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذن حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کے فضل ہونے کا وقت آگیا ہے۔دوسری وجہ بڑی خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔ان حضرات کے دل خدا کے نور سے روشن ہیں،ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے،اور جب نور آتا ہے تو ظلمت بھاگ جاتی ہے،پس اس نور سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور شبہ جاتا رہتا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر طبیعت میں سلامتی ہو تو بدوں پاس رہے،صرف ان حضرات کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے اور اگر اس درجہ کی سلامتی نہ ہو تو البتہ پھر چند دنوں کی صحبت کی بھی ضرورت ہے۔(36)

ماٰخذ ومصادر

18۔علامہ ابونعیم بن عبداللہ اصفہانی ،حلیۃ الاولیاء،مترجم مولانا محمد اصغر،دارالاشاعت کراچی،2006ء حصہ اول ص 35۔

19۔بحوالہ بالا کشف المحجوب،ص80۔

20۔الجمعۃ 02:62۔

21۔علامہ سید محمود آلوسی ،تفسیر روح المعانی۔

22۔ایضاً ص۔

23۔النساء 29:4۔

24۔البقرۃ 183:2۔

25۔البقرۃ 197:2۔

26۔النساء 31:78۔

27۔البقرۃ 165:2۔

28۔آل عمران 92:3۔

29۔شیخ ابوالنصر سراج، کتاب اللمع مترجم سید اسرار بخاری،اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور،1989ء۔

30۔امام محمد بن اسماعیل البخاری،صحیح بخاری،نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی،1981ء،باب حب الرسولؐ ص7۔

31۔مولانا اشرف علی تھانوی،شریعت وطریقت،ادارہ اسلامیات لاہور،1981ء۔ص41۔

32۔اخرجہ مسلم،نسائی،ابوداؤد،ابن ماجہ فی باب البیعۃ۔

33۔بحوالہ بالا شریعت وطریقت،ص59۔

34۔بحوالہ بالا شریعت وطریقت،ص65۔

35۔شیخ سعدی شیرازی،گلستان،نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور،ص9۔

36۔بحوالہ بالا شریعت وطریقت،ص72۔

......☆☆☆☆☆......